

سرکاری رپورٹ (مباحثات)

ساتواں ریکوزیشنڈ اجلاس

بلوچستان صوبائی اسمبلی

اجلاس منعقدہ یکم فروری 2019ء بمطابق بروز جمعۃ المبارک بمطابق 25 جمادی الاول 1440 ہجری۔

صفحہ نمبر	مندرجات	نمبر شمار
03	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	1
05	رخصت کی درخواستیں۔	2
05	قرارداد نمبر 29 منجانب: ملک سکندر خان ایڈووکیٹ، رکن اسمبلی۔	3
29	گورنر بلوچستان کا حکم نامہ۔	4

ایوان کے عہدیدار

اسپیکر-----میر عبدالقدوس بزنجو
ڈپٹی اسپیکر-----سردار بابر خان موسیٰ خیل

ایوان کے افسران

سیکرٹری اسمبلی-----جناب شمس الدین
ایڈیشنل سیکرٹری (قانون سازی)۔۔۔جناب عبدالرحمن
چیف رپورٹر-----جناب مقبول احمد شاہوانی



بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ کیم فروری 2019ء بمطابق بروز جمعہ المبارک بمطابق 25 جمادی الاول 1440 ہجری، بوقت سہ پہر 04 بجکر 30 منٹ پر زیر صدارت میر عبدالقدوس بزنجو، اسپیکر، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

جناب اسپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اِنَّ الدِّیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرٰی مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ذٰلِكَ
الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ ۝ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ ۝ اِنَّهٗ هُوَ یَبْدِئُ وَیُعِیْدُ ۝ وَهُوَ الْعَفُوْرُ
الْوَدُوْدُ ۝ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ ۝ فَعَالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ۝ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ۔

﴿ پارہ نمبر ۲۰ سورة البروج آیت نمبر ۱ تا ۲ ﴾

ترجمہ: بیشک جو لوگ یقین لائے اور کیئے انہوں نے بھلائیاں۔ اُنکے لئے باغ ہیں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں۔ یہ ہے بڑی مراد ملنی۔ بیشک تیرے رب کی پکڑ سخت ہے۔ بیشک وہی کرتا، پہلی مرتبہ اور دوسری۔ اور وہی ہے بخشنے والا محبت کرنے والا۔ مالک عرش کی بڑی شان والا۔ کر ڈالنے والا جو چاہے۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْاِبْلَٰغُ۔

جناب اسپیکر۔ جزاک اللہ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ میرے خیال میں گورنمنٹ والے لوگ ابھی تک نہیں پہنچے ہیں تو وقفہ سوالات باقی بعد میں کر لیں، ابھی ہے نہیں جواب دینے والا دیش کو ایس اینڈ جی اے ڈی دیدیا پھر نعمت سے پوچھ لیں شاید اس کو کوئی منسٹری دیدیا ہے ہیلٹھ کا سوال و جواب لے لیں، اچھا تو کمزور کون ہے، غیر سرکاری کاروائی۔ جی ہاں لیکن چھوٹے موٹے صحت والا چیزیں نہیں لیتا ہے وہ کہتا ہے فل ڈوز ہو جائے انجینئر سید محمد فضل آغا۔ point of order جناب والا۔

جناب اسپیکر۔ نہیں، وہ غیر سرکاری کاروائی شروع کرتے ہیں، جی۔

انجینئر سید محمد فضل آغا۔ بہت شکریہ، شکر ہے آپ آج چیز پر ہیں اور آپ نے شفقت فرمائی تھی جب

آپ Interim Chief Minister تھے، بی ڈی اے کے حوالے سے آپ کی کینٹ نے اور آپ نے شفقت فرمائی تھی اور بی ڈی اے کے وہ ملازمین جو پچھلے پندرہ بیس سالوں سے در بدر پھر رہے ہیں اور ورک چارج پر ہیں۔ تو آپ کے کینٹ پورے نے اسکا approval دی تھی کہ انکو regularise کیا جائے۔ صرف یہی نہیں بلکہ بی ڈی اے کے ملازمین کے ساتھ آپ کے کچھ کینٹ ممبران کی ملاقات بھی ہوئی تھی۔ اور ان کو بڑی خوشی کی نوید سنائی تھی اور یہ پھر file-move ہوا تھا اور یہ ہوتے ہوتے آگے چیف سیکرٹری کے پاس ابھی تک پڑا ہوا ہے۔ جس کو چھ سے سات مہینے ہو گئے ہم نے اس حوالے اس فلور پر پہلے بھی گزارش کی ویسے بلوچستان میں بیروزگاری کا آپ پتہ ہی ہے طول و عرض میں لوگ بیروزگار بھر رہے ہیں۔ یہ اب تجربہ بھی حاصل کر چکے ہیں۔ اور بی ڈی اے میں کوئی پندرہ سالوں سے بیس سالوں سے دس سالوں سے وہاں پر لگے ہوئے ہیں۔ اب تعداد بھی انکی زیادہ اتنی نہیں ہے گورنمنٹ نے in-principle ایک کینٹ میں فیصلہ کر لیا۔ اس کینٹ کی بھی اتنی ہی اتھارٹی تھی جتنی اس کینٹ کی ہے۔ لیکن یہ سمجھ سے بالاتر ہے کہ ہم نئے پاکستان کے حوالے سے بھی بات کرتے ہیں۔ اور ہماری حکومت بھی یہی بات کر رہی ہے کہ ہم بیروزگاری کو دور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تو بجائے بیروزگاری دور کرنے کی، یہ جو روزگار سے لگے ہوئے ہیں انکو بھی ابھی تک ریگولر نہیں کیا جا رہا ہے۔ بات یہ سمجھ سے بالاتر ہے۔ جب کینٹ نے اسکو approve کر لیا ہے۔ یہ process مختلف محکموں سے ہو کے آ گیا ہے اب چیف سیکرٹری صاحب کے دفتر میں پڑا ہوا ہے۔ پچھلے پانچ مہینے سے یہ لوگ انتظار میں ہیں۔ تو آپ سے گزارش ہے کہ بحیثیت چیف منسٹر آپ نے یہ مہربانی فرمائی تھی۔ بحیثیت اسپیکر آپ اس ہاؤس میں کوئی رولنگ دیں تاکہ لوگ آپ کے لئے دعا کریں اور گورنمنٹ کے لئے بھی دعا کریں۔ اور بلوچستان میں ایک خوشی کی لہر کہ اس حکومت میں کم از کم بیروزگاروں کے حوالے سے کوئی

اقدام تو کیا ہے۔ مجھے آپ سے امید ہے کہ آپ اسمبلی ایک مثبت اقدام کرینگے، شکریہ۔
جناب اسپیکر۔ جی شکریہ، اس میں سیکرٹری صاحب! آپ چیف سیکرٹری کو letter لکھیں اور اس کو یہ
ساری چیزیں کر دیں کیونکہ نے اور ہاؤس نے اسمبلی میں یہ پاس ہوا تھا پھر کیونکہ نے بھی اسکی approval
دی۔ اس کے باوجود یہ کیوں delay ہو رہا ہے اور اسکا آپ آکے یہاں پر ہمیں justification دے
دیں۔

(اذان عصر۔ خاموشی)۔

جناب اسپیکر۔ غیر سرکاری کاروائی۔ رخصت کی درخواستیں، سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔
شمس الدین (سیکرٹری اسمبلی)۔ میرضیاء اللہ لاگو صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ کونٹے سے باہر ہونے کی
بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب اسپیکر۔ آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی، شکر ہے اپوزیشن والے منظور
کر رہے ہیں، آپ لوگ تو بہت کم ہیں۔

سیکرٹری اسمبلی۔ سردار مسعود علی خان لونی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ کونٹے سے باہر ہونے کی بنا آج
کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب اسپیکر۔ آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی۔ نواب محمد اسلم رئیسانی صاحب نے نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت
منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر۔ آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔ جی ملک سکندر صاحب قرارداد
نمبر 29 آپ اپنا پیش کریں۔

ملک سکندر خان ایڈووکیٹ (قائد حزب اختلاف)۔ شکریہ جناب اسپیکر صاحب، قرارداد نمبر 29۔ ہر گاہ
کہ بلوچستان میں تعلیمی معیار کو مزید بہتر بنانے کی غرض سے کمیونٹی اسکولز کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جن میں اب
تک چالیس ہزار کے قریب طلباء زیر تعلیم ہیں لیکن سال 2007ء سے کنٹریکٹ کی بنیاد پر تعینات اساتذہ ایک
طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود تاحال انہیں مستقل نہیں کیئے گئے۔ جس کی وجہ سے ان طلباء کا تعلیم متاثر ہونے
کا اندیشہ ہے۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ کمیونٹی اسکولز میں کنٹریکٹ کی بنیاد تعینات
1786 اساتذہ کو فوری طور پر مستقل کرے۔ تاکہ کمیونٹی اسکولز میں زیر تعلیم طلباء اپنی تعلیم جاری رکھ سکیں۔

جناب اسپیکر۔ قرارداد نمبر 29 پیش ہوئی، اس کی admissibility پر۔
 قائد حزب اختلاف۔ شکریہ جناب اسپیکر صاحب! ہوا یہ کہ 2007ء میں بلوچستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن نے
 کمیونٹی اسکولز اسکے زیر اہتمام قائم ہوئے۔ اس میں 786 اساتذہ کرام بچوں کو مختلف علاقوں میں تعلیم فراہم
 کر رہے ہیں۔ انکی باقاعدہ تنخواہ بند کی ہے محکمہ تعلیم سے approved ہے، گورنمنٹ آف بلوچستان نے
 انکو approved کیا ہے۔ ان کی بارہا بجٹ کے لئے بھی ہر سال ان کا ایک سلسلہ بنتا ہے اور پھر ان بجٹ
 ریلیز ہوتا ہے۔ اب 786 جو اساتذہ ہیں۔ گیارہ سال سے 2007ء سے لے کے اب تک بارہ سالوں سے
 یہ کنٹریکٹ پر ہیں۔ ظاہر ہے کہ انکو ہمیشہ یہ خدشہ رہتا ہے کہ کنٹریکٹ کسی بھی ٹائم اگر dissolve ہو تو ان کی
 زندگیاں اور ان کا مستقبل جو ہے وہ مکمل طور پر تاریک ہو جائیگا۔ یہ اساتذہ عمر کے اس حصے میں ہیں کہ اب وہ
 مزید کسی اور گورنمنٹ job میں اگر یہاں سے ان کا کنٹریکٹ ختم کیا جاتا ہے تو وہ گورنمنٹ job میں بھی نہیں
 جاسکتے۔ اس کے علاوہ جناب اسپیکر کنٹریکٹ کا ایک معیار ہوتا ہے ایک سال، دو سال لیکن اب یہ
 recognised principle ہے کہ تین سال اگر کوئی سرکاری ملازم کنٹریکٹ پر رہے تو اس کو ریگولر کیا جانا
 ضروری ہے اس کے علاوہ جناب اسپیکر! بارہا سمیریاں بھی move ہوئی ہیں approval کے ساتھ اور ہر
 محکمے میں جس کا اس سے تعلق ہے۔ فنانس ہے، ایجوکیشن ہے، جو بھی محکمہ انہوں نے سب نے اسکو
 recommend کیا ہے کہ ان اساتذہ کو ریگولر کیا جائے ان کی جو life ہے اس کو service life کو
 safe کیا جائے لیکن اب اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود recommendation تو جاتی ہے لیکن اس
 پر عملدرآمد نہیں ہوتا ہے جناب اسپیکر! مشکور ہیں آپ کے جب آپ چیف منسٹر تھے، کیئر ٹیکر گورنمنٹ میں وہاں
 بھی آپ کے پاس ان اساتذہ نے رسائی کی تھی۔ آپ کی خدمت میں انہوں نے درخواست پیش کی تھی۔ اور
 جناب نے بھی انکی جو past history دیکھ کے انکے حق میں جناب نے بھی recommendations
 دیئے تھے۔ لیکن باوجود اب تک اس پر عمل نہیں ہوا ہے۔ تو میری simple گزارش ہے کہ انکا ایک بورڈ بھی
 بنایا ہے۔ جناب اسپیکر! جس کے وہ چیئرمین، گورنر صاحب ہیں۔ اس میں چیف سیکرٹری صاحب ہیں، سیکرٹری
 ایجوکیشن، ممبر ہے۔ مشیر تعلیم، ممبر ہے۔ اور بلوچستان اسمبلی کے اسپیکر صاحب بلحاظ عہدہ وہ ممبر ہے۔ اور
 بلوچستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے مینجنگ ڈائریکٹر اور کئی دیگر اس بورڈ کے شرکاء ہیں۔ تو اب انکو کنٹریکٹ پر رکھنا
 میں سمجھتا ہوں زیادتی بھی ہے، غیر قانونی بھی ہے، انکا یہ حق بنتا ہے vested حق ہے کہ انکو ریگولر کیا جائے۔
 یہ میں جناب سے اس ہاؤس سے گزارش کرتا ہوں۔

جناب اسپیکر۔ یہ میرے خیال میں ابھی گورنمنٹ کا فیصلہ بھی کچھ اس طرح آرہا ہے کہ جو بھی آگے ملازمت لیں گے، ایجوکیشن میں، انوکٹریٹ میں لیں گے۔ اب پتہ نہیں ہے مزید آپ کو کنٹریکٹ کے ملازمین ملیں گے مستقبل میں۔

قائد حزب اختلاف۔ جناب جب نئی پالیسی بنے گی، یہ کل ایک میٹنگ تھی۔

جناب اسپیکر۔ تقریباً میرے خیال میں بن چکی ہے۔

قائد حزب اختلاف۔ جی ہاں کل گورنمنٹ کی ایک میٹنگ تھی جس میں، میں اُس کمیٹی کا ممبر تھا۔

وہاں یہ کنٹریکٹ کی بات ہو رہی تھی۔ تو میں نے اس وقت بھی یہی کہا کہ آپ اگر کنٹریکٹ پر رکھیں گے تو یہ تجربہ رہا ہے کہ کنٹریکٹ والے پھر ہر لحاظ سے لوگوں کی sympathy بھی ان کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ اور اس کے ساتھ پھر انکا نکالنا جو ہے وہ دشوار ہو جاتا ہے۔ اس کی بجائے اگر آپ میرٹ پر آئندہ جو بھی recruitments ہیں، میرٹ پر کریں۔ ہمارے پاس ہر قسم کے Laws ہیں۔ جس کے تحت ایک public servant کی ایک common servant کی scrutiny ہو سکتی ہے۔ ان Laws کو آپ apply کریں۔ یہ تجربے جو ہیں بہر حال پالیسی جو بھی بنے گی، یہ اس پالیسی سے انکا تعلق نہیں ہے۔ یہ تو ایک ایجوکیشن کا ایک حصہ تھا اور ایک بیان شیئرز کمیونٹی اسکولز جس طرح ہائی اسکول کا ایک برانچ ہے پرائمری اسکول کا ایک برانچ ہے۔

جناب اسپیکر۔ یہ کونسا، فاؤنڈیشن والا ہے؟

قائد حزب اختلاف۔ جی ایجوکیشن فاؤنڈیشن کا ہے اور انہوں نے اس بنیاد پر رکھا اور اس کی

افادیت بھی پورے صوبے میں ہے۔ اب 786 جو سا تازہ ہیں ان کا تو کوئی قصور نہیں ہے اب یہ جو نئی پالیسیاں بنتی ہیں وہ اس پر لاگو بھی نہیں ہوتی ہے وہ applicable بھی نہیں ہیں میری گزارش ہے کہ انکی حد تک تو یہ میری قرارداد اسمبلی کے ممبران سے بھی اور جناب کی خدمت میں بھی یہ عرض کرونگا کہ یہ ان کے مستقبل کی معیشت کا سوال ہے انکے بچوں کا سوال ہے۔ اگر یہ ختم ہوتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کمیونٹی اسکولز جو بنائے گئے ہیں یا بنے ہیں وہ بھی ختم ہو جائینگے۔ اگر دوسرے appointments ہوتے ہیں انکو نکالا جاتا ہے تب بھی ظلم ہے تب بھی بے انصافی ہے۔ میری گزارش ہے کہ اس پر ہاؤس کے معزز ساتھیوں سے بھی میری گزارش ہے اور جناب اسپیکر صاحب آپ سے بھی گزارش ہے۔

جناب اسپیکر۔ آیا قرارداد نمبر 29 کو منظور کیا جائے؟۔ قرارداد نمبر 29 منظور ہوئی۔

ملک نصیر احمد شاہ ہوانی۔ پہلے تو ہم آپ کے مشکور ہیں جناب اسپیکر صاحب! کیوڈی اے کے ملازمین جو احتجاج کر رہے تھے گزشتہ کئی عرصے سے، کچھلی دفعہ بھی انہوں نے احتجاج کیا ہے۔ جناب اسپیکر۔ کیا چیز کیا ہے؟

ملک نصیر احمد شاہ ہوانی۔ کیوڈی اے کے، بی ڈی اے کی sorry -

جناب اسپیکر۔ بی ڈی اے کا ابھی ہو گیا۔

ملک نصیر احمد شاہ ہوانی۔ اچھا اس کے ساتھ ہی مارکیٹ کمیٹی کے بھی کچھ لوگ ہیں۔

جناب اسپیکر۔ ان کا پتہ نہیں ہے لیکن بی ڈی اے کا وہ چیف سیکرٹری کو بلا لیا ہے۔

ملک نصیر احمد شاہ ہوانی۔ مارکیٹ کمیٹی میں گزشتہ میرے خیال میں بائیس، تیس سالوں سے تقریباً دو سو

سترہ بندے کام کر رہے ہیں لیکن ابھی تک وہ کنٹریکٹ پر ہیں اور daily-wages پر ہیں۔

جناب اسپیکر۔ تھوڑا اسکو ایسا کریں آپ اس پر قرارداد لائیں۔

ملک نصیر احمد شاہ ہوانی۔ اگر میں point of order پر کچھ بولوں۔

جناب اسپیکر۔ نہیں، written میں لائیں، ہاؤس کی پراپرٹی بنادیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ شکریہ جناب اسپیکر۔ آپ کی اجازت ہو تو جس طرح نصیر جان نے اس پر بات کی ہم

نے بی ڈی اے کے حوالے سے بھی اس سے پہلے ہمارے questions بھی تھے جس طرح آپ نے ابھی

بی ڈی اے کے مسئلے پر چیف سیکرٹری صاحب کو خط لکھنے کا کہا ہے میری ذاتی رائے یہی ہے۔

جناب اسپیکر۔ نہیں، وہ اسلئے کہا ہے کہ وہ already وہ کیبنٹ نے انکو approve کیا تھا کہ انکو

permanent کیا جائے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ یہ بالکل، بالکل میں آ رہا ہوں اس چیز پر sir، اسمیں یہ ہے کہ بلوچستان میں بہت زیادہ

ایسے ملازمین ہیں جن کا مستقبل اسی طرح جو ہے وہ بالکل لٹکا ہوا ہے۔ نہ وہ permanent ہیں، نہ

contract پر ہیں، نہ انکا کوئی مستقبل کے حوالے سے۔ تو انکا بھی case بالکل چیف سیکرٹری level تک

ہی پہنچ گیا تھا۔ فنانس سے باقی حکموں سے میری چھوٹی سی گزارش ہے۔

جناب اسپیکر۔ وہ تو ساری چیزیں ثنا جان! میرے خیال سے اسمیں کچھ کام تھا کہ اسمبلی سے قرارداد پاس

ہوا تھا۔ پھر اسکو وہاں پر ہم نے کیبنٹ میں discuss کیا۔ ان کی جو پیسے ہیں وہ خود generate

کر رہے ہیں۔ وہاں پر اور صرف اس کو permanent کرنا تھا کہ وہ فنانس ڈیپارٹمنٹ انکی تنخواہ دیدیں۔ تو

مارکیٹ کمیٹی کا بھی اگر ادھر سے اوپر گیا ہوا ہے چیف منسٹر سے شاید وہ ہو جائے۔ اگر نہیں ہوتا تو پھر قرارداد لائیں گیارہ تاریخ سے اجلاس پھر شروع ہوگا۔ اس پر بحث پھر کر لیتے ہیں۔

ملک نصیر احمد شاہوانی۔ ٹھیک ہے sir اس کے لیے قرارداد لائیں گے۔

جناب اسپیکر۔ مورخہ 31 جنوری 2019ء کی اسمبلی کے نشست سے مؤخر شدہ کارروائی۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ جناب اسپیکر! اگر آپ ایک point of order پر مجھے اجازت دیدیں۔

جناب اسپیکر۔ جی جی۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ ایسا ہے کہ جناب اسپیکر! یہاں سے ہنہ اوڑک علاقہ ہے، وہاں اسپین کاریز ہے۔ وہاں پر کونلہ ڈپو ہے، جو وہاں کے قبائل کی زمین تھی۔ وہاں پر گزشتہ دو دہائیوں سے زیادہ وہاں ایک ڈپو تھا، لوگ اپنا کونلہ آ کر یہاں پر رکھ لیتے پھر وہاں سے مزید جو owners تھے وہ لے کر جاتے۔ لیکن اب یہ ہوا ہے کہ کچھ زمین کا تنازعہ ہے لیکن کنٹونمنٹ بورڈ والوں نے اس علاقے کو جو عوام کی ملکیت ہے جو یہاں یا سین زئی tribe کی ملکیت ہیں، وہ زمین خود لے کر اب وہاں لوگوں سے جو کونلہ ڈپو کے لوگ ہیں یا کونلہ لے کر آتے ہیں ان سے وہ لوگ فی ٹن وہاں پر پیسے لے رہے ہیں روزانہ کی بنیاد پر دو اڑھائی لاکھ روپے وہاں جمع ہوتے ہیں تو اب یہ بات ہے کہ آپ ایک کنٹونمنٹ بورڈ کا اس علاقے سے کیا تعلق ہے؟ پھر وہ وہاں فی ٹن وہاں سے پیسہ لیتے ہیں انکا وہاں سے کیا تعلق ہے؟ ٹھیک ہے اگر کوئی زمین کا تنازعہ ہے تو آپ وہ زمین کا تنازعہ حل کروادیں۔ لیکن عوام سے پیسہ لینا لوگوں سے پیسہ لینا یہ میرے خیال سے ٹھیک نہیں ہے۔ ایک ایسے ادارے کے لیے جن کا یہ کام نہیں ہے۔ request آپ

As a Speaker as a Custodian کہ آپ اس کو حل کروائیں گے۔

جناب اسپیکر۔ تو اس کا باقاعدہ پراپرٹی بنادیں آپ اس پر ایک تحریک لائیں تاکہ اس پر debate کریں اور گورنمنٹ کا مؤقف لیں تاکہ وہ بھی بتائیں کہ مسئلہ کیا ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ ٹھیک ہے 11 تاریخ کو جب اجلاس ہوگا انشاء اللہ اس حوالے سے ہم

باقاعدہ طور پر ایک تحریری طور پر جمع کرائیں گے۔ thank you جی بڑی مہربانی۔

جناب اسپیکر۔ جی شکر یہ جی ثناء بلوچ صاحب۔

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ sir کیونکہ ویسے بھی ہمارے حکومتی اراکین بھی ابھی تک اس وقت موجود نہیں ہیں،

کوئی substantive یا وہ کیا کہتے ہیں تفصیلی بحث و مباحثہ باقی معاملات پر نہیں ہو سکتی۔ آج کا اخبار آپ نے دیکھا ہوگا دو، تین دن سے بلوچستان کا سب سے اہم profession جس کو ہمارا میڈیکل کہا جاتا ہے، صحت کا شعبہ کہا جاتا

ہے، ڈاکٹر حضرات میں جو ایک بہت بڑی تشویش کی لہر پائی جاتی تھی۔ وہ تشویش کی لہر ابھی تک موجود ہے اور حکومت ڈاکٹر صاحبان، پولیس ڈیپارٹمنٹ اور سب اداروں کے درمیان ایک وہ کیا کہتے ہیں کہ ایک سرد جنگ چلی آرہی ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں کہ جی ہم نے 5 کروڑ دے کر ڈاکٹر ابراہیم خلیل صاحب کو جو ہیں وہ بازیاب کروایا ہے۔ اور یہ ڈاکٹروں نے خود پیسے دیئے ہیں۔ حکومت اس سلسلے میں مکمل خاموش ہے کہ آیا انکی اس recovery میں یا انکو بازیاب کرانے میں حکومت کی کوئی کوشش اسمیں شامل ہے یا نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ابھی اس وقت جو صحت کا شعبہ ہے یقیناً بہت ہی مشکلات سے دوچار ہیں، تمام hospitals میں strike ابھی تک اسی طرح جاری ہے۔ اب انہوں نے نیامطالبہ کر دیا ہے کہ جب تک وہ پانچ کروڑ روپے حکومت بلوچستان ڈاکٹروں کو واپس نہیں دیتا وہ اپنی ہڑتال ختم نہیں کریں گے۔ ہماری گزارش یہ ہے دیکھیں sir اس وقت یقیناً ایک شخص کے انکو کا معاملہ ہے۔ اس سے پہلے نواز مینگل صاحب انگو اہوا تھا بلوچستان میں ایک تشویش کی لہر پائی جاتی ہے۔ لوگوں میں خوف و ہراس ہے لوگ اپنے بچوں کے لیے لوگ اپنے بیٹوں کے لیے لوگ professional لوگ جو ہیں بلوچستان میں ان سب میں تشویش کی لہر ہے۔ ہم نے کچھلی دفعہ بھی یہ کہا تھا کہ اسمیں points scoring نہیں ہے۔ یہ حکومت کا اور حکومت کا مسئلہ نہیں ہیں۔ یہ بلوچستان کے امن و امان کا مسئلہ ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ حکومت اس معاملے میں بجائے کہ اخبارات میں ایک دوسرے پر۔ وہ پتھر اور کنکریاں پھینکنے کے بجائے بیانات کے ذریعے سے ڈاکٹر صاحبان کے ساتھ مل بیٹھ کر اپوزیشن کے ممبران کو لیں ہم بلوچستان میں انکا جو اعتماد ہے، امن و امان پر، اسکول بحال کریں۔ ہسپتالوں میں انکی حاضری کو یقینی بنائیں، اور اسکے بعد کم از کم یہ جو کہتے ہیں code of conducts ضابطہ اخلاق بنائیں کہ اگر کسی ڈاکٹر کے ساتھ کوئی اس طرح کا واقعہ پیش آتا ہے میں بذات خود ہڑتال کے حق میں نہیں ہوں۔ ہڑتال کا یہ بھی طریقہ ہو سکتا تھا کہ ڈاکٹر صاحبان 12 گھنٹے کے بجائے 8 گھنٹے کے بجائے 24 گھنٹے ڈیوٹی دیتے، ہڑتال کے اور بھی منفرد طریقے ہو سکتے ہیں۔ وہ بجائے hospital میں بیٹھنے کے وہ بازار کے چوکوں پر بیٹھ کر مریضوں کو دیکھتے۔ وہ بھی اپنی انسانیت کا مظاہرہ اس طرح کر سکتے تھے جرات کا۔ میرے بھائی ہیں، مجھے ان سے گلہ نہیں ہے۔ لیکن بلوچستان میں واپڈ والوں کو بل نہیں ملتا، وہ پانی کے کنکشن کاٹ دیتے ہیں۔ عام آدمی جو ہے غریب جو ہیں وہ پیسا سا بھوکا مر جاتا ہے۔ اور اگر ڈاکٹرز کا کوئی مسئلہ ہو جاتا ہے وہ hospitals بند کرتے ہیں۔ مریض ہیں ہمارے سارے آپ کا علاقہ آواران ہے میرا خاران ہے ہمارے مہمان خانے مریضوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ وہ بیچاروں کو معلوم نہیں ہے کہ یہاں private hospitals بند ہیں وہ جب آجاتے ہیں یہاں پر، تو اوپر سے hospital بند ہیں private hospitals چل رہے ہیں۔ میں ڈاکٹر صاحبان سے بھی یہ گزارش کرتا ہوں کہ ہم انکے اس دکھ، درد میں، اس تکلیف میں بالکل برابر کے شریک ہیں۔ بلوچستان میں ڈاکٹرز سے لے کر ایک چرواہے تک کو بھی لاپتہ کرنے انگو کرنے یا اسکو

جو ہے انہیں براے تاوان کے اسمیں لے جانا نہیں چاہیے۔ لیکن کم از کم یہ ہیں کہ اساتذہ ڈاکٹرز بھی اپنے احتجاج کا طریقہ کار تبدیل کریں۔ احتجاج کے اور بھی طریقے ہو سکتے ہیں۔ سرکار کے عمارت میں نہ جائے سرکار کی تنخواہ نہ لیں سرکار کے مراعات نہ لیں اور باہر بیٹھ کر اپنی عوام کی خدمت بھی کر سکتے ہیں۔ تاکہ کم از کم ہم بلوچستان میں یہ بتا سکیں کہ ہر چھوٹے موٹے معاملے پر سرکار اسکے ملازمین ناراض ہو جاتے ہیں۔ اور عوام جو ہیں تکلیف اور مشکلات میں suffer کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحبان کی جو مطالبہ ہیں یہ بالکل حق بجانب ہیں۔ کیونکہ اگر یہ سلسلہ شروع ہوا ہم سارے سفید پوش لوگ ہیں، کسی کو پتہ نہیں کہ کس کے گھر میں کیا ہے کوئی کسی کے گھر میں ایک اچھا سا وہ کیا کہتے ہیں راشن کا بھی نہیں پڑا ہوا۔ لیکن سفید پوش سب ہیں اگر یہ انہیں شروع ہو اور اگر اس سے پہلے موقع میں یہ پہلا انہیں 2018ء یا 19ء میں جو ہوا ہے۔ اسمیں اگر انہیں براے تاوان والے کامیاب ہو گئے یہ پانچ کروڑ لینے میں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے ایک flood gate یعنی سیلاب کا دروازہ کھول دیا، انہیں براے تاوان کے کاروبار والوں کے لیے۔ اور کوئی بھی گھر، کوئی بچہ، کوئی بھی professional، بلوچستان میں اپنے آپ کو محفوظ feel نہیں کریگا۔ کیونکہ یہ گورنمنٹ کی کامیابی نہیں تھی کہ وہ ڈاکٹر اپنے گھر واپس آیا ہے۔ یہ کامیابی تھی پیسے کی یہ کامیابی اس روپوں کی جو وہ واپس جا کر اس شخص کو وہاں سے لے آئے ہیں۔ تو یہ ہم تقریباً اس وقت 40 سے 42 ارب روپے امن وامان کی مد میں خرچ کر رہے ہیں۔ security agencies پر لوگوں کے ہاتھ اٹھتے ہیں۔ ہم safe citizen کے نام پر 7 سے 8 ارب روپے کا ایک پروجیکٹ بھی شروع کرنے جا رہے ہیں۔ حالانکہ میں نے ہمیشہ کہا ہے ایسے safe citizen ہونے چاہیے بجائے کہ safe city کے projects ہونے ہیں تاکہ بلوچستان میں امن وامان کا paradigm سیکورٹی کا paradigm اسکی complexity سمجھنے کے لیے سارے Stakeholders کو بیٹھ کر بات کرنی چاہیے تھی۔ تو میں آپ سے گزارش کرتا ہوں جناب اسپیکر! اس پر آپ رولنگ دیں۔ حکومتی جو ہمارے سینئر کچھ دوست بیٹھے ہوئے ہیں اصغر خان صاحب بیٹھے ہیں، مبین صاحب بیٹھے ہیں، نعمت صاحب بیٹھے ہیں، کچھ اور بھی دوست، بشریٰ رند صاحبہ آگئی ہیں۔ دنیش صاحب۔ تو یہ سب بیٹھے ہیں۔

جناب اسپیکر۔ دنیش صاحب۔

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ آپ لوگوں کے ویسے ہی کان خراب ہیں۔

جناب اسپیکر۔ نہیں ریکارڈ میں ہے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ ریکارڈ کی درستگی کے لیے دنیش بالکل پورے صاحب ہیں۔ چھوٹے موٹے صاحب بھی نہیں۔ تو جناب اسپیکر صاحب آپ سے گزارش یہی ہے کہ کم از کم آپ ڈاکٹروں کو اگر possible ٹائم ہے نہیں، تو انکو چیبر میں بلائیں اور اسکے علاوہ ڈاکٹروں کا وہ اعتماد ہے اسے بحال کرائیں کہیں کہ وہ اپنے hospitals کو دوبارہ

آباد کریں۔ تاکہ ہماری مریضوں کی تعداد کم ہوا نکلے مشکلات کم ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسکے بارے میں مکمل تحقیقات ہونی چاہیے، ہاؤس کے جو ہیں special committees ہیں یا ممبران ہیں کمیٹی بیشک نہیں بنائیں ہمارے دوست ڈرتے ہیں کمیٹیوں سے۔ لیکن انہو برائے تاوان کے ایک واقعہ کی کامیابی اسے سمجھیں بلوچستان میں آنے والے پانچ سال کے لیے لوگوں کی نیندیں حرام کرنے کے برابر ہیں۔ اس واقعہ کو کسی صورت میں بھی کامیاب نہیں ہونا چاہیے تھا۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت اسمیں اپنا کردار ادا کرے۔ جناب اسپیکر صاحب! حکومت کے دوست بیٹھے ہیں، اگر وہ کچھ بول سکتے ہیں اس پر تو انکی مہربانی ہوگی۔ شکر یہ۔

جناب اسپیکر۔ جی مین صاحب۔

جناب محمد مین خان ظلمی۔ جیسے کہ ثناء بھائی نے بتایا کہ یہ hospital میں private hospital میں ڈاکٹر بیٹھے ہیں۔ ہم سارے مطلب جو ڈاکٹر صاحب انہو ہوائے تھے مطلب ہم سب کو دکھ تھا۔ اور گورنمنٹ کی طرف سے کوشش بھی کافی ہوئی۔ اور کسی حد تک جو ہمارے وزیر داخلہ صاحب ہیں انہوں نے کہا بھی تھا یقین دہانی بھی کرائی تھی تو اسمیں گورنمنٹ کا ایک بہت بڑا ہاتھ ہے۔ مگر میں hospital کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گا جو ثناء بھائی نے کہا بالکل ٹھیک ہے فرض نماز کی طرح ڈاکٹر صاحب اپنے کلینک میں بیٹھ جاتے ہیں۔ اور اپنے جو سرکاری جو hospital ہیں اس سے بائیکاٹ کیا ہوا ہے آپ یقین کریں کہ جو غریب جن کے پاس کھانے کو کچھ بھی نہیں ہے اب انکو یہی کہتے ہیں کہ آپ private hospital آپ ہمارے پاس آئیں احتجاج ہے تو پھر وہاں بھی ہونا چاہیے۔ وہاں پوری فیس لے کر پورا ٹائم لے کر سب کچھ کرتے ہیں۔ جب گورنمنٹ کا ٹائم آتا ہے تو انکو ہڑتال بھی یاد آ جاتی ہیں انہو برائے تاوان بھی یاد آ جاتا ہے اور سب کچھ انکو یاد آ جاتا ہے کہ ہمارے ڈاکٹروں کے ساتھ ظلم ہوا ہے۔ تو کہنے کا یہ مطلب ہے کہ فیس بھی انہوں نے اپنے حساب سے بڑھائی ہوئی ہیں۔ کوئی اس پر check and balance نہیں ہے۔ تو اس حوالے سے جو ہیں ایکشن لینا چاہیے تاکہ جیسے انہوں نے بتایا کہ چیمر میں بلا کر انکو سمجھانا چاہیے بہت شکر یہ۔

جناب اسپیکر۔ جی شکر یہ۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ جناب اسپیکر! ڈاکٹر صاحب کا جو انہو کا مسئلہ تھا۔

جناب اسپیکر۔ پہلے تو آپ اجازت مانگیں، کہ میں بول سکتا ہوں یا نہیں۔ ایسے شروع ہو جاتے ہو۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ جناب اسپیکر! اس طرح ہے جس طرح point raise کیا ہو، اپنے point

of order پر۔

جناب اسپیکر۔ نہیں، میں وہ نہیں کہہ رہا ہوں۔ مطلب آپ لوگ ایسے ہی کھڑے ہو جاتے ہو۔ کیا آپکو چیئر

نے اجازت دیا بولنے کا؟ نہیں دیا کہ ہم اس point of order پر بولنا چاہتے ہیں۔ آپ ادھر سے اٹھ گئے نائل صاحب ادھر سے اٹھ گئے ہیں۔ کوئی ادھر سے اٹھ گئے ہیں۔ مطلب اس طرح نہیں ہو۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ جناب آپ کی اجازت سے؟

جناب اسپیکر۔ جی۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ ایسا ہے کہ جب ڈاکٹر صاحب انخوا ہوئے تو میں نے یہاں پر تحریک التوا جمع کرائی۔ تحریک التوا پر بحث ہوئی۔ ظاہری بات ہے کہ ایک ڈاکٹر انخوا ہوا ہے حکومت نے محکمہ داخلہ نے اس پر حد درجہ غفلت کا مظاہرہ کیا۔ چالیس پینتالیس دنوں تک ڈاکٹر صاحب انخوا تھے حکومت کی جانب سے وہ دلچسپی وہ بالکل نہیں دکھائی دی۔ بالکل میں نے خود منسٹر صاحب سے بات کی کہ ڈاکٹر صاحب انخوا ہوئے ہیں۔ اس کے حوالے سے آپ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ لیکن انہوں نے کوئی response نہیں دیا۔ ظاہری بات ہے کہ آج ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ جب تک پانچ کروڑ روپے حکومت ادا نہیں کریگی ہم اپنے O.P.D's پر نہیں جائیں گے۔ اب اتنا ہمارے مریض رُل رہے ہیں، hospital بند ہیں وہاں پر۔ اور ایک جانب ڈاکٹروں کا مسئلہ بھی برحق ہے۔ آپ نے دیکھا کہ 2013ء پہلے بہت سارے انخوا ہوتے تھے یہاں پر۔ روزانہ کوئٹہ شہر سے کوئی آدھا درجن پانچ بندے، چھ بندے روزانہ کوئٹہ شہر سے اور اندرون province انخوا ہوتے تھے۔ لیکن 2013ء سے 2018ء تک بالکل zero کی حد تک آ گیا کہ ایک بندہ بھی پھر انخوا نہیں ہوا۔ لیکن آج ایک بار پھر یہ صورتحال پیدا ہو رہی ہیں انخوا برائے تاوان ہو رہا ہے۔ جب ڈاکٹر نے کہا ہے کہ میں نے پانچ کروڑ روپے ادا کیے ہیں۔

جناب اسپیکر۔ میرے خیال میں پھر اسی پر سارے آپ لوگ بولیں گے، باقی آپ کی کارروائی ختم جائیگی۔ یہ point آپ کا آ گیا ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ جناب اسپیکر! جب ڈاکٹر صاحب ایک ڈاکٹر سے انہوں نے پانچ کروڑ روپے ایک بندے سے لے لیے ہیں۔

جناب اسپیکر۔ آج لیا ہے۔ یہ آج ہوا ہے۔ کیا پچھلے پانچ سال یہ نہیں ہوا ہے مطلب یہ غلط چیز ہے لیکن یہ ہے کہ آپ کا point آ گیا ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ دیکھیں! حکومت کا فرض ہے کہ اس ڈاکٹر کے بازیابی کے لیے۔

جناب اسپیکر۔ بالکل اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن ایسا نہیں بولیں کہ پہلی دفعہ ہوا ہے جو پانچ کروڑ روپے لیا ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ انہوں نے وہ اقدامات نہیں اٹھائے۔ جو اٹھانے چاہیے تھے۔ ہم اس بات پر آ رہے ہیں کہ حکومت سنجیدہ نہیں ہے اس معاملے پر۔

جناب اسپیکر۔ جی بشری رند صاحبہ! آپ بولنا چاہتی ہیں؟۔

محترمہ بشری رند۔ میں کہنا چاہ رہی تھی کہ ہم ویسے ہی سنجیدہ ہیں جیسے ماضی میں لوگوں نے حکومتیں کی۔ ہم بھی ویسے سنجیدہ ہیں فکر نہ کریں یہ واقعات ہم نے ماضی میں بہت دیکھے ہیں۔ ٹھیک ہے۔

جناب اسپیکر۔ ماضی کے بہت برے حالات تھے۔

محترمہ بشری رند۔ ٹھیک ہے نا! اس سے زیادہ برے حالات تھے اللہ کا شکر ہے کہ چھ مہینوں میں بلوچستان کے حالات بہت اچھے ہو گئے ہیں۔ تو یہ اگر کوئی ایک بندہ جو ہے اسکو اعتراض رہتا ہے مسلسل اعتراض رہتا ہے تو پھر یہ اسکا مسئلہ کا ہے اسمبلی یا بلوچستان کا مسئلہ نہیں ہے۔

جناب اسپیکر۔ جی شکر یہ محترمہ۔ اصغر اچکزئی صاحب وہ پہلے بولیں اصغر اچکزئی صاحب۔ میرے خیال میں اسی پر آپ لوگ سارا نام کر لیں گے۔ باقی۔ جی اصغر اچکزئی صاحب۔

جناب اصغر خان اچکزئی۔ مہربانی جناب اسپیکر۔ یقیناً انتہائی حساس issue ہے لیکن میں کبھی

کبھار اس طرح کے issue پر کچھ لٹی بات آپ کو کہہ دیتا ہوں یا سوچتا ہوں آج بھی ہم دونوں طرف سے یعنی اس طرح کے معاملات کی اصل نوعیت پر بات نہیں کرتے ہیں۔ یہ انتہائی افسوس کی بات ہے حکومت یا حکومت کو ذمہ دار ٹھہرانا یا بچھلوانے کیا کیا۔ آج حکومت کیا کر رہی ہے۔ ماضی کی اگر بات کی جائے میرے محترم بھائی نصر اللہ زری نے ایک بات کی۔ جناب اسپیکر! یہ اس لیے نہیں کہ ماضی کے حکومت پر تنقید کے لیے یہ بات کر رہا ہوں۔ آپ یقین کریں کہ ماضی کی یہ جو 13ء سے 18ء کی حکومت تھی اگر میں یہ کہوں کہ اس علاقہ کا نام صرف چمن میں میرے محترم بھائی کو یاد پڑ رہا ہوگا گلدار باغی ایک علاقہ ہے پورا علاقہ اس طرح کے واقعات سے نقل مکانی کر گیا کہ روز روز۔ 13ء سے نہیں بلکہ یہ 15-16ء کی بات ہے۔

جناب اسپیکر۔ 13ء سے پہلے کی تھی۔ 16-2015ء کا ہے۔

جناب اصغر خان اچکزئی۔ 15-16ء کی بات کر رہا ہوں۔ عرض سنیں نصر اللہ جان! میں نے، حکومت کی آپ

نے بات کی۔ ہاں ٹھیک ہے۔ یعنی ایک یہ۔ دوسری بات یہ ہے جناب اسپیکر کہ پچھلی حکومت میں ہم نے اپنے اس صوبے کی انتہائی قدآور شخصیت نواب ارباب عبدالظاہر کاسی کو اس شہر سے اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ اور پھر وہ کس طریقے سے release ہوا؟ یہ پوری دنیا کو پتہ ہے یعنی جس طرح میں نے کہا کہ چمن سے ایک بہت بڑی نقل مکانی کر گئی۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر ہم یہ کہیں کہ آج کی حکومت ہم سب نے مل کر ان اداروں سے پوچھ گچھ کرنی چاہیے، جو ہماری سیکورٹی کے نام پر سب کچھ لے جا رہی ہیں۔ جب ہم آج اپنے Home Secretariat کے پاس جاتے ہیں۔ تو ہمارے پورے ڈیپارٹمنٹ جو ہے ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے کہ یہ فنانس ڈیپارٹمنٹ تک رہ گیا ہے۔ ہم

سارادن لوگوں کی فینسیں اور لوگوں کی جو فنانس کی بلیں ہیں وہ دستخط کرنے بیٹھے ہوتے ہیں۔ ہمیں اس پر بات کرنی چاہیے۔ اس شہر میں، اس صوبے میں ایک کوشش ہوئی کہ ہمارا ایک نظام ناکام ہے۔ جس کو ہم لیویز بولتے ہیں۔ اُسکی بنیاد پر کوشش ہو رہی تھی کہ ہم اسکو پولیس کے حوالے کر دیں۔ پھر اُسکے بعد کونٹہ شہر میں یہ تجربہ بھی آزما گیا کہ پولیس بھی ناکام ہے۔ اسکو کسی third کے حوالے کر دیا جائے۔ اور آج اگر وہ third ناکام ہے تو پھر اسکو کس کے حوالے کیا جائے؟ اور کیوں ناکام ہے؟ یعنی ہمارے سیکورٹی کی مد میں جو اخراجات ہوتے ہیں۔ تو کیا ہمارے یہ ادارے اس مقدس ایوان کے آگے جوابدہ نہیں ہے؟ کہ کیسے دن دیہاڑے کبھی گیارہ بجے۔ کبھی بارہ بجے شہروں سے۔ اطراف سے بھی نہیں۔ شہروں سے لوگ اغوا ہوتے ہیں۔ میں تو پھر بھی اپنے اُس پُرانے نظام کے اُس سسٹم پر آفرین کہتا ہوں کہ اسی حکومت میں دو مہینے، ڈیڑھ پہلے چین سے ایک ڈاکٹر اغوا ہوا تھا۔ پھر تقریباً دو گھنٹے کے اندر انہوں نے بازیاب کر لیا۔ لیکن کونٹہ شہر سے بندہ اغوا ہوتا ہے۔ مطلب چین سٹی سے کوئی بندہ اس طرح کا اغوا ہو جاتا ہے۔ خضدار سے اغوا ہو جاتا ہے۔ ہمیں تو لاش تک بھی سبیلہ میں اپنے ایک دوست کی کچھ دنوں پہلے ہمیں ملی۔ تو میرا ایک اپنا suggestion ہے جناب اسپیکر! کہ ہم حکومت اور اپوزیشن مل بیٹھ کر اس بنیاد پر ان کیمرہ بریفنگ ہونی چاہیے۔ کہ اگر ہمارے سیکورٹی کی مد میں اتنے اخراجات ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں جو سیکورٹی کا بوجھ بحیثیت province ہم اٹھا رہے ہیں۔ وہ بوجھ ہم کسی بھی دوسرے ڈیپارٹمنٹ کے لیول پر نہیں اٹھا رہے ہیں۔ چاہے وہ آج کی حکومت تھی۔ یا کل کی حکومت تھی۔ یا پارسوں کی حکومت تھی۔ تو ہمیں ان اداروں کو جواب دہ بنا کر اپنے آگے بٹھا دینا چاہیے۔ جو اس سلسلے میں ہم سب کے سیکورٹی کے ذمہ دار ہیں۔ بحیثیت ایم پی اے۔ چیف منسٹر۔ بحیثیت وزیر ہم کیا کر سکتے ہیں؟ ہم تو بھی انہیں لوگوں کے پیچھے جاسکتے ہیں۔ اگر بات ہے ڈاکٹروں سے بات کرنے کی۔ میں خود گیا اُنکے کیمپ میں۔ ہم نے ان تمام لوگوں کو جام صاحب کے پاس لاکر سی ایم سیکرٹریٹ میں انکی ملاقات کروائی۔ ہمارے انٹریٹ منسٹر انکے پاس گیا۔ لیکن کچھ معاملات اس طرح سے ہیں کہ جناب اسپیکر! میرے اور آپکے بلانے۔ میرے اور آپکے جانے سے حل نہیں ہوتے ہیں۔ جب تک جن کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ جس کو ہم جوابدہ نہ بنا کر نہیں بٹھائیں۔ اُن سے سوال نہیں کریں۔ اُن سے جواب نہیں کریں۔ اُن سے یہ پوچھ گچھ نہیں کریں کہ یہ اربوں روپے جو خرچ ہو رہے ہیں، ہر مہینے سیکورٹی کی مد میں۔ اور اُلٹا ہمارا نہ جان محفوظ ہے۔ نہ مال محفوظ ہے۔ نہ بچہ محفوظ ہے۔ یعنی یہاں تک کہ اگر ہم صبح اپنے بچے کو اسکول بھی بکھوڑا رہے ہیں تو ہم ایک طرح سے ایک اور کیفیت سے گزر رہے ہوتے ہیں۔ تو اس سلسلے میں میری ایک عرض یہ ہے کہ اگر ہم بحیثیت ایوان ہم یہ ڈیمانڈ

کر لیں۔ ایک ایسی ان کیمرہ بریفنگ ہو۔ جس میں اُن تمام اداروں کو ہم on-board لے لیں۔ اُن سے سوال ہو۔ جواب ہو کہ ہمارے سیکورٹی کی مد میں استعمال ہونے والی خرچے کا انجام کیا ہے۔ اور اس مد میں آپ ہمیں کوئی پیشرفت بتادیں کہ اس لحاظ سے ہم نے لوگوں کی کس حد تک جان و مال کی تحفظ کی ہے۔ شکریہ جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر۔ جی شکریہ۔ میرے خیال میں کارروائی کو بڑھاتے ہیں۔ جی میر نعمت زہری صاحب! آپ کو فلور بعد میں دے دوں گا۔ لانگو صاحب! کانسٹیبل کیا کہتے ہیں۔

میر اختر حسین لانگو۔ شکریہ جناب اسپیکر۔ جناب اسپیکر! اس موضوع پر تو دوستوں نے بہت ساری باتیں کی ہیں۔ اُن تمام باتوں کو repeat کرنے کا مطلب ہے اس ایوان کا وقت ضائع کرنا۔ اس میں دو، تین چیزیں ہیں جناب اسپیکر!۔ اس میں تھوڑی سی ہمیں اپنے رویے اور اپنی سوچ میں بھی فرق لانے کی ضرورت ہے۔ آج ہم یہاں پر کوئی بھی point raise کرتے ہیں۔ ہمارے حکومتی پنچرز میں بیٹھے ہوئے میرے بھائی، میری بہنیں۔ یہ ایک رسم شروع سے۔ جب سے یہ اسمبلی وجود میں آئی ہے۔ یہ بات میں شدت سے محسوس کر رہا ہوں۔ کہ کسی بھی مسئلے پر ہم بولتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کچھلی حکومت۔ اب میں آپ کو ایک چھوٹی سی مثال دوں۔ اگر آج میں یہاں پر ذکر یہ چھیڑ دوں۔ کہ کچھ دن پہلے اسی ہمارے کوئٹہ شہر میں دس لاشیں جو لاوارث کر کے ایدھی کے حوالے کر دی گئی کہ آپ لیجا کر انکو گناہ کہیں پر دفنا کر آجائیں۔ آیا یہ بحیثیت حکومت، بحیثیت ریاست، اس پر investigation کی ذمہ داری کس کی تھی؟۔ اگر آج ہم یہ بات کریں۔ تو ہمارے بھائی، ہمارے ٹریڈری پنچرز کے ساتھی ناراض ہوتے ہیں کہ کچھلی حکومت میں بھی شہر تو تک میں لاشیں نکلی تھیں۔ جناب اسپیکر! یہ justification نہیں ہے۔ ہم ہر وہ کام جو اگر کچھلی حکومت کے دور میں غلط ہوا ہے۔ آج اگر وہ ہو رہا ہے تو اس کا مطلب ہے اُنہوں نے غلط کیا تھا۔ تو ہمارا حق بنتا ہے کہ ہم بھی غلط کرنے چلی جائیں۔

جناب اسپیکر۔ حکومت نے نہیں کہا تھا۔ دینش صاحب نے کہا تھا۔

میر اختر حسین لانگو۔ جناب والا! نہیں ابھی میری ایک بہن نے بھی کہا۔ دینش نے بھی کہا۔ اصغر خان بھائی نے بھی کہا کہ کچھلی حکومت۔

جناب اسپیکر۔ نہیں اصغر خان نے نہیں کہا تھا۔

میر اختر حسین لانگو۔ لیکن اُس کچھلی سے بھی پیچھے ایک حکومت تھی۔

جناب اسپیکر۔ نہیں اصغر خان صاحب کو آپ نے صحیح نہیں سنا۔

میر اختر حسین لانگو۔ میرے کہنے کا جناب اسپیکر! مطلب یہ ہے۔

جناب اسپیکر۔ نہیں ہے۔ بس وہ کارروائی رک گئی۔

میر اختر حسین لانگو۔ میں اسکو مکمل کر لوں جناب اسپیکر! میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آج جو یہ موجودہ حکومت ہے۔ کل یہ بھی کچھلی حکومت بن جائیگی۔ پانچ سال بعد لوگ اس حکومت کو بھی کچھلی حکومت کہیں گے۔ تو بجائے ہم کچھلی حکومتوں کے گناہوں کو جواز بنا کر انکو continue رکھیں۔ اُس طرح کے گناہ بھی یہ کریں۔ اور یہ جواز پیدا کریں۔

جناب اسپیکر۔ جی شکر یہ۔ جی آپکا پوائنٹ آگیا۔

میر اختر حسین لانگو۔ چونکہ کچھلے والوں نے کیا۔ تو آج آپ ہم پر انگلی کیوں اٹھا رہے ہیں۔ تو کل پانچ سال بعد جب یہ حکومت بھی کچھلی حکومت بن جائیگی۔ تو جناب اسپیکر! پھر لوگوں کی انگلیاں ان پر بھی اٹھیں گے۔ تو میں اپنے بھائیوں سے۔ اپنی بہنوں سے جو ٹریڈری پنچر پر بیٹھے ہیں۔ تو اُن سے میری یہ request ہے کہ وہ بجائے کچھلی حکومتوں کو focus کرنے کے۔

جناب اسپیکر۔ بالکل آپکی بات صحیح ہے۔ اگر مختصر کر لیں تو مہربانی ہوگی۔ بس آپکا پوائنٹ آگیا۔ بار بار اسکو repeatation پر نہیں لے جائیں۔

میر اختر حسین لانگو۔ وہ اپنے معاملات کو focus کریں۔ اپنی حکومت کا لائن سیدھا کر دیں تو وہ زیادہ بہتر ہے۔ بہت شکر یہ۔

جناب اسپیکر۔ جی شکر یہ۔ میر نعمت! میر نعمت نے بات کرنی ہے۔ ابھی کیا بولیں؟۔ مسئلہ ختم ہے۔ وہ تو میں ختم کر لوں گا۔ لیکن وہ سب نے بول دیا۔ اب ختم ہونا بنتا ہی نہیں ہے۔ میر نعمت بات کریں گے۔ پھر آپکو دے دوں گا فلور۔

میر نعمت اللہ زہری۔ شکر یہ جناب اسپیکر۔ دوستوں نے بڑی اچھی باتیں کی ہیں۔ لیکن یہاں پر فقدان اس چیز کا ہے کہ سیکورٹی کے حوالے سے بہت اچھی باتیں ہوئی ہیں۔ لیکن ہم اپنے ضلعوں میں یا اپنے اے ایریا۔ بی ایریا میں ایسے آفیسرز لے جاتے ہیں اپنی مرضی کے۔ اُنکے پیچھے M. PA's کا back ہوتا ہے۔ اُدھر چوری چکاری عام ہو رہی ہے۔ لوگوں کو اٹھایا جا رہا ہے۔ لیکن ہم اپنی مدد آپ کے ہم روڈز کو بند کرتے ہیں۔ اور اپنے لوگوں کو بازیاب کراتے ہیں۔ لیکن گورنمنٹ۔ لیویز کی طرف سے وہاں پر۔ کچھ عرصہ پہلے کچھ سابق ایم پی اے نے کہا کہ کچھ وہاں open چوریاں ہو رہی ہیں۔ چوری چکاریاں کر رہے ہیں۔ لیکن پولیس کا ایک

آفیسر ہے۔ میں اُسکو داد دوں گا۔ منظور بلیدی۔ اُنہوں نے کافی کارروائیاں کی ہیں۔ اور بہت سے چوروں کو اور ڈاکوؤں کو اُنہوں نے encounter کر کے مارا ہے۔ اور علاقے میں خصوصاً اے ایریا میں ابھی چوری چکاری کم ہے۔ تو میں کافی عرصے سے جام صاحب سے یہ request کر رہا ہوں کہ میرے area میں کچھ ایسے آفیسرز ہیں۔ آپ اُنکو ٹرانسفر کریں۔ تاکہ میرے ضلعے میں امن بحال ہو۔ لیکن آج تک کوئی خاطر خواہ مجھے جواب جام صاحب کی طرف سے نہیں ملا ہے۔ تو آج کے اس ایوان کی توسط سے میں، میری حکومتی دوست جو سارے بیٹھے ہیں۔ اپوزیشن کے بھی دوست بیٹھے ہیں۔ جب ہمارے ساتھ یہ ہو رہا ہے۔ تو پھر کس طرح امن ہوگا؟ کس طرح امن قائم ہوگا۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے) اگر آپ ایسے آفیسرز لے جائیں گے۔ جو آفیسرز صرف چینوں سے پیسہ بنائیں گے۔ اور سابق ایم پی ایز کے کہنے پر چلیں گے۔ جو ہمارے ہوئے گھوڑے ہیں۔ جو شکست خوردہ گھوڑے ہیں۔ even میں زیادہ نہیں کہوں گا۔ آپ کے اپنے حلقے میں بھی کیا ہو رہا ہے؟ آپ کے حلقے میں بھی مداخلت ہو رہی ہے۔ لیکن میں اس سے زیادہ ابھی کچھ نہیں کہوں گا۔ کیونکہ میں گورنمنٹ کی پیچوں پر بیٹھا ہوا ہوں۔ لیکن دل میرا بہت کہہ رہا ہے بولنے کو۔ لیکن ادھر سے دیش مجھے اشارہ کر رہا ہے۔

جناب اسپیکر۔ میر صاحب! میرے علاقے میں مداخلت نہیں ہو رہا ہے۔ گڈ گورننس کیلئے سی ایم آئی ٹی بھیج دیا ہے۔ تاکہ اسکیموں کی انکوائری کریں۔ لیکن مداخلت نہیں ہے۔ جی آغا صاحب۔

انجینئر سید محمد فضل آغا۔ شکریہ جناب اسپیکر۔ اس مسئلے کا حل۔ تقریباً میں مشکور ہوں اصغر خان صاحب کا۔ اُنہوں نے مسئلے کا حل نکال دیا گورنمنٹ کی طرف سے یہ offer آگئی ہے۔ کہ یہ ہاؤس یہ فیصلہ کرے کہ جو ذمہ دار ادارے ہیں۔ وہ ان کیمرہ اس ہاؤس کو بریف کر کے اور مطمئن کریں۔

جناب اسپیکر۔ جی۔

انجینئر سید محمد فضل آغا۔ تو پھر میری گزارش آپ سے ہے کہ آپ مہربانی کر کے اس تجویز کو۔ ہم سب اسکی تائید کرتے ہیں۔ اس کیلئے کوئی date رکھیں۔ اور جو لوگ ذمہ دار ہیں۔ وہ ان کیمرہ بریفنگ دیں۔ ہاں لیکن ہاؤس کی طرف سے اسکی مکمل تائید ہے۔

جناب اسپیکر۔ جی میرے خیال میں چیف منسٹر صاحب آجائیں۔ تو اُسکو ہم کہیں گے اس حوالے سے۔ لیکن سیکرٹری صاحب! منسٹر ہیما تھ کو بھی کسی کو کہیں کہ وہ دیکھ کر آجائے۔ اگر وہ آنا چاہتے ہیں۔ جواب دینا چاہتے ہیں۔ جی نائل صاحب! اگر مختصر کر لیں۔ میرے خیال میں اسی میں آپ نے کام کر دیا، اپنا پورا ایک گھنٹہ۔

جناب قادر علی نائل - شکر یہ جناب اسپیکر - جس طرح بد امنی کے حوالے سے بات کی گئی یہاں پر - تو ظاہر ہے کوئی حکومت یہ نہیں چاہے گی کہ اُسکی حکومت میں بد امنی ہو - اغوا ہو - اور دوسرے واقعات ہوں - تو اس حوالے سے جو ہماری حکومت ہے - اس میں کوئی شک نہیں کہ سنجیدہ اقدامات اٹھائے گئے - جو خصوصاً اغوا کے حوالے سے ہیں - علاوہ ازیں جو بات ہمارے دوست نے کہی کہ اپوزیشن کی جانب سے جو سوالات اٹھائے جاتے ہیں - میں personally یہ سمجھتا ہوں کہ جو بھی سوالات اٹھائے جاتے ہیں - جو بھی تحریک لائی جاتی ہے - اُس میں حکومت یا حکومتی اداروں کے mechanis کو بہتر بنانے کی تجاویز ہوتی ہیں - میں appreciate کرتا ہوں - اور کوشش ہماری یہی ہوتی ہے کہ اُسکے جوابات بہتر انداز میں دیئے جائیں - تو اس حوالے سے جو بھی حکومتی اداروں کو بہتر بنانے کے حوالے سے، اپوزیشن کی ہے - ہم اُسکا ساتھ دیں گے - پوائنٹ میرا یہ ہے جناب اسپیکر! پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے حوالے سے - میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ ہمارے اخبار اور ہمارے جو الیکٹرانک میڈیا ہے - وہاں پر ڈاؤن سائزنگ شروع ہوئی ہے - اور خصوصاً جو ہمارا جیو ٹی وی ہے - اُنکے ملازمین جو کونٹری میں ہیں - اُنکو چار ماہ سے تنخواہیں نہیں دی گئی ہیں - اب وہ جو ہے ایک ایسی صورتحال سے دوچار ہیں کہ یا انہیں بغیر کسی نوٹس دیئے نکال دیئے جائیں - ابھی تک اُنکو تنخواہیں نہیں ملی ہیں - تو اُنکو مالی مشکلات کا سامنا ہے - اس حوالے سے میری گزارش ہے کہ جو متعلقہ ادارے ہیں - جو عہدہ دارے یا دوسرے ادارے ہیں - اُن سے باز پرس کی جائے - یا اُنکے نوٹس میں یہ بات لائی جائے کہ جو ہمارے صحافی برادری جس مشکل حالات سے گزر رہے ہیں - خصوصاً مالی حوالے سے -

جناب اسپیکر - جی مختصر کریں - پوائنٹ آف آرڈر پر اتنی لمبی تقریر نہیں ہوتی -

جناب قادر علی نائل - لمبی تو نہیں - اس طرح مجھے پتہ ہے پانچ منٹ میں نے بات کرنی ہے -

جناب اسپیکر - نہیں پانچ منٹ آپ کو مل نہیں سکتے نائل صاحب! یہ پوائنٹ آف آرڈر پر ویسے ہوتا نہیں ہے اتنے پوائنٹ آف آرڈر - لیکن میں بہت ہی اپنا دل بڑا کر کے - جی شکر یہ - تمام ممبروں کا ویسے جو issues کیے ثناء بلوچ صاحب - اور بہت بہترین باتیں بھی اُس میں کی ہیں - اور ہمارے حکومتی پنچر میں دوستوں نے بھی اپنے گلے شکوے اور ساتھ ساتھ اصغر چکنزی صاحب نے بھی اچھی باتیں کی ہیں - یہ نہ گورنمنٹ کا مسئلہ ہے - نہ اپوزیشن کا مسئلہ ہے - نہ ڈاکٹروں کا - یہ پورے بلوچستان کا مسئلہ ہے - اس کو حل کر ہم نے سب نے مقابلہ کرنا ہے - اور اس سے مقابلہ کر کے ہی اس پر وہ کر لیں گے - کیونکہ یہ نیا issue نہیں ہے کہ پہلی دفعہ ہوا - پہلے بہت دفعہ ہوا ہے - لیکن اسکول کر ہم اس مسئلے کو یہ جو اغوا برائے تاوان جو سلسلہ

شروع پہلے بھی تھا۔ ابھی بھی ہے۔ تو جس طرح ثنا بلوچ صاحب نے کہا کہ طریقہ مختلف ہے۔ اگر گورنمنٹ کو آپ بتانا چاہتے ہیں تو اور طریقے سے بتائیں۔ لیکن عوام کو تکلیف نہیں دیں۔ عوام بہت زیادہ سفر کر رہی ہے کہ وہ مختلف علاقوں سے مریض آجاتے ہیں۔ اور یہاں ڈاکٹرز ہڑتال پر ہیں۔ اپنا وہ احتجاج ضرور ریکارڈ کرائیں۔ لیکن یہ ہے کہ عوام کو تکلیف نہیں دیں۔ کیونکہ عوام کو تکلیف دینے سے یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ گورنمنٹ کو آپ اپنے مسائل جو ہیں اُسکے against یہ دکھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ عام آدمی جو غریب گھرانوں سے ہیں۔ جو گورنمنٹ ہاسپٹل میں علاج کراتے ہیں۔ پرائیویٹ ہسپتالوں کے لیے آتے ہیں۔ تو طریقہ احتجاج دوسرا ہونا چاہیے۔ لیکن عوام کو تکلیف نہیں دیں۔ لیکن اس کیلئے ہم نے مل کر چیزوں کو آگے بڑھانا چاہیے۔ اور کوشش کریں کہ اس طریقے کی چیزیں انکو ابرائے تاوان یاد ہیشگر دی ہے۔ ہم مل کر انکا مقابلہ کریں۔ چاہے اپوزیشن ہو۔ چاہے عوام ہے۔ چاہے گورنمنٹ ہے۔ سب کو ایک دوسرے کا ہاتھ مضبوط کرنی چاہیے۔ تو اب کارروائی کو آگے بڑھاتے ہیں۔۔۔ (مداخلت)۔ جی وہ چیف منسٹر صاحب آجائیں گے۔ پھر اُس پر کر دیں گے۔ میں نے کہا کہ چیف منسٹر اور ہیلتھ منسٹر آجاتے ہیں تو انکی مہربانی ہے۔ اسمبلی کو وہ رونق بخشیں۔ ضلع خضدار، لورالائی اور کیچ میں میڈیکل کالج کے قیام کے معاملے پر قائد حزب اختلاف تو ہیں نہیں۔ کون شروع کریں گے؟۔ جی ثناء بلوچ صاحب شروع کریں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مختصر ہی کرنا پڑیگا۔ کیونکہ حکومت کی طرف سے کوئی نہیں۔ یہ اہم موضوع ہے اس میں۔ وزیر اعلیٰ صاحب یا بلکہ وزیر صحت صاحب کا موجود ہونا بہت ہی ضروری ہے۔ لیکن دینش صاحب میرے خیال میں نوٹس لے لینگے۔ بشری صاحبہ اور بھی حکومتی اراکین ہیں، اصغر خان اچکزئی صاحب۔ کیونکہ اہم معاملہ ہے۔ ابھی بھی ہم ڈاکٹروں کے مسائل پر بات کر رہے تھے۔ جناب اسپیکر! بلوچستان کے تمام معاملات، انتہائی پسماندہ ہے۔ ہماری پسماندگی چاہے تعلیم کے اعتبار سے ہو، صحت کے اعتبار سے ہو۔ روزگار کے اعتبار سے ہو۔ صنعت کاری کے اعتبار سے ہو۔ انفراسٹرکچر کے اعتبار سے ہو۔ بلوچستان کی پسماندگی ہمیشہ رہی ہے۔

جناب اسپیکر۔ دینش صاحب۔ منسٹر صاحبان اور چیف منسٹر صاحب کو کوئی حال و احوال۔ اگر وہ آجاتے۔ جناب دینش کمار پارلیمانی سیکرٹری برائے وزیر علیٰ محکمہ حج و اوقاف مذہبی امور۔ جناب اسپیکر cabinet meeting چل رہی ہے۔ تو وہ آ رہے ہیں چیف منسٹر صاحب۔ جیسے ہی کابینہ میٹنگ ختم ہوتی ہے تو وہ آجائینگے۔

جناب اسپیکر۔ تو بتا دیتے۔ پھر ہاؤس۔ اسمبلی اجلاس کا فائدہ کیا ہے؟ تو اسمبلی کا اجلاس۔ same time۔ پارلیمانی سیکرٹری برائے وزیر علی المحکمہ حج و اوقاف مذہبی امور۔ جیسے ہمارے محترم ثناء بلوچ صاحب نے کہا۔ ان کے ہم پوائنٹس نوٹ کر رہے ہیں ہم اُنکے knowledge میں لائینگے۔

جناب اسپیکر۔ نہیں۔ اس میں تو آپ کی گورنمنٹ کو ہونی چاہیے نا، بہت اہم ہے۔ میرے آپ کے لکھنے سے آگے پیچھے کوئی پوچھتا نہیں ہے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ میری اس میں رائے ہے چھوٹی سی جناب اسپیکر! صاحب۔ اگر نماز کا ویسے بھی وقفہ 15 منٹ کا آج زیادہ نہیں کریں۔ پندرہ، بیس منٹ کا کر دیں۔ اُسی وقفے کے دوران دنیش صاحب اور بشریٰ صاحبہ آپ لوگ چیف منسٹر صاحب کو اور وزیر صحت کو یہ کم از کم اطلاع کر دیں کہ بہت اہم موضوع ہے اور اس میں کم از کم جو ہم تھوڑا سا چاہتے ہیں کہ بلوچستان۔۔۔ (مداخلت)۔ پندرہ بیس منٹ کا وقفہ کر دیں۔

جناب اسپیکر۔ سارے آپ کا اہم موضوع ہے۔ پھر اسکو کدھر۔ law and order۔ law ہے۔ and order میں بھی منسٹر اور ہوم منسٹر دونوں نہیں ہیں۔ پھر اسکو اگلی کارروائی میں ڈال دیں، کیا کریں؟۔ جناب ثناء اللہ بلوچ۔ چیف منسٹر صاحب آجائیں تو اچھی بات ہے۔ نہیں تو اگلی کارروائی 11 یا 12 تاریخ کے بعد ہمارا اجلاس ہوگا۔

جناب اسپیکر۔ تو ابھی تو کاہینہ میں جا کے اگر وہ پوچھ لیں۔ 15 منٹ کا وقفہ کرتے ہیں۔ اگر وہ آجاتے صحیح، تو پھر کون سنیں گا؟۔

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ نہیں آتے ہیں تو بجائے یہ substantive discussion ہے، اسکو پھر ہم defer کرتے ہیں next session کیلئے۔ ٹھیک ہے دیکھ لینگے اگر آجاتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ جناب اسپیکر۔ جی اسمبلی کی کارروائی 15 منٹ کیلئے مؤخر کی جاتی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے وزیر علی المحکمہ حج و اوقاف مذہبی امور۔ جناب اسپیکر! میں چاہتا ہوں کہ وزیر صحت صاحب آئے ہوئے ہیں اُن کے متعلق کافی سوالات ہیں اگر وہ ہو جائیں؟۔

جناب اسپیکر۔ جی میں بسم اللہ تو کروں۔ مجھے بھی نظر آ رہا ہے۔ میرے خیال میں میری آنکھیں کمزور نہیں ہیں۔ اتنا بڑا وزیر یا ثناء اللہ مجھے کیسے نظر نہیں آ رہا ہے؟۔ جی شکر یہ۔ آپ نے فون کر کے بلایا۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ جناب اسپیکر! اگر آپ کی اجازت ہو تو۔

جناب اسپیکر۔ جی۔

نصر اللہ خان زیرے۔ ایک تو یہ ہے کہ آپ نے پہلے رولنگ دی ہے کہ سوالات defer ہو جائیں تو بہتر ہے۔ ابھی تو نہیں ہو سکیں گے۔ منسٹر صاحب آئے ان کی مہربانی۔ لیکن چونکہ defer ہو چکے ہیں تو دینش صاحب نے جو کہا تھا کہ سوالات ابھی ہونگے۔

جناب اسپیکر۔ نہیں نہیں، وہ ابھی اپنا گلے سیشن میں کر لیتے ہیں اتنے سوالات ابھی possible نہیں ہیں۔ منسٹر صاحب کا مہربانی کہ وہ cabinet meeting چھوڑ کے آگئے آپ کے لیے لیکن یہ ہے کہ۔
نصر اللہ خان زیرے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ جناب اسپیکر! اگر point of order پر آپ مجھے اجازت دینگے۔

جناب اسپیکر۔ جی بالکل آپ کو ہی اجازت دینگے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ بڑی مہربانی۔ جناب اسپیکر صاحب! ایسا ہے کہ کل میں نے یہ point یہاں raise بھی کیا تھا کہ لورالائی میں خود کش حملہ ہوا 9 پولیس اہلکار اور شہری اُس میں شہید ہوئے اور 21 کے قریب زخمی ہوئے۔ ظاہری بات ہے کہ لوگ احتجاج کرینگے اپنی آواز حکمرانوں تک پہنچائیں گے۔ تو کل یہاں پریس کلب کے سامنے یہاں political activists کا جلسہ تھا، جلسہ ختم ہوا تو کچھ political activists پانچ students ہیں، ان میں اُنکو گرفتار کیا پھر یہاں میں نے point raise کیا پھر وزیر اعلیٰ صاحب نے اور وزیر داخلہ صاحب نے یقین دہانی کرائی۔

جناب اسپیکر۔ جی یہاں پر نہیں کیا تھا، میرے خیال میں ہاؤس سے باہر کیا تھا۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ جی ہم نے اپوزیشن لیڈر نے بات کی، باقی تمام دوستوں نے، انہوں نے ہمیں یقین دہانی کرائی تھی کہ جو گرفتار ہیں انکے خلاف FIR چاک نہیں ہوگا۔ انکو چھوڑ دیا جائیگا۔ رات تقریباً 12 بجے بھی وزیر داخلہ صاحب نے مجھے کہا کہ انکے خلاف FIR نہیں ہوا ہے۔ لیکن انکے خلاف FIR پہلے ہی ہو چکا تھا۔ وزیر داخلہ صاحب کو بھی انہوں نے تاریکی میں رکھا تھا۔

جناب اسپیکر۔ وہ پہلے ہو گیا تھا نا اُس کو پتہ نہیں تھا۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ اب یہ ہوا ہے کہ جناب اسپیکر کہ انکو تھانے سے غائب کر کے کسی نامعلوم جگہ پر منتقل کیا ہے۔ اب یہ میں جناب اسپیکر اگر آپ مجھے اجازت دیں میں آئین پاکستان کے دو آرٹیکل کو آپ کے سامنے پڑھ کر سناؤں گا۔ آرٹیکل 9 کا ہے (2) کسی شخص کو جیسے گرفتار کیا گیا مذکورہ گرفتاری کی وجوہات سے جس قدر جلد ہو سکے آگاہ کیے بغیر نہ تو نظر بند رکھا جائے گا نہ اُسے اپنے پسند کے کسی قانونی پیشے شخص سے مشورہ کرنے

اور اُس کے ذریعے صفائی پیش کرنے کے حق سے محرم کیا جائیگا۔ ایک یہ ہے۔ دوسرا ہر اُس شخص کو جسے گرفتار کیا گیا ہو نظر بند رکھا گیا ہو مذکورہ گرفتاری سے 24 گھنٹے کے اندر کسی مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنا لازم ہوگا۔ یہ آئین پاکستان جس کے تحت یہ ملک چل رہا ہے اور اس کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ دوسرا آرٹیکل 19 ہے وہ اگر میں آپ کے سامنے پڑھ کے سناتا ہوں جناب اسپیکر! تحریر و تقریر کی آزادی کے حوالے سے ہیں اُس میں بھی واضح طور پر کہا ہے کہ ہر شہری کو تحریر و تقریر کی آزادی ہے اور انجمن بنانے کی آزادی ہے۔ اب میں آپ سے request کرتا ہوں کہ آپ Custodian of the House ہیں، تمام صوبے کا، اس اہم ایوان کے آپ مقدس اسپیکر صاحب ہیں کہ جو students کو انہوں نے ابھی تھانے سے غائب کر کے نامعلوم مقام پر لے گئے، میں آپ سے request کرتا ہوں کہ آپ رولنگ دے دیں ان سے وضاحت مانگ لیں کہ کیوں انکو غائب کیا گیا؟ ان کو مجسٹریٹ کے سامنے پیش کریں۔ thank you. request جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر۔ دراصل بات یہ ہے کہ جو لورالائی کا واقعہ ہوا بہت افسوسناک واقعہ اور جو جانیں ہماری ضائع ہوئے اور شہید ہوئے ہمارے جو دن رات امن و امان کے حوالے سے اُن کی قربانیاں بھی ہیں دن رات وہ ڈیوٹیاں بھی دیتے ہیں۔ بہت افسوسناک واقعہ ہے پوری ہاؤس نے ابھی اس افسوسناک واقعہ کی مذمت کی ہے۔ protest کرنا کسی کو کوئی روک نہیں سکتا ہے جمہوری حق ہے protest کرنا چاہیے۔ لیکن پر امن protest کو کوئی میرے خیال میں وہ نہیں کرتا ہے، اگر اُنہیں، بیس کوئی ہوا ہوگا یا وہاں پر video recording بھی ہے شاید انہوں نے گالی گلوچ یا اس طرح کا کچھ کہانی کیا ہوگا۔ ایسے نہیں ہے کہ بس ایسے ہی اٹھا کے باقی لوگوں کو نہیں اٹھایا تین چار بندوں کو اٹھایا پھر بھی ہوم منسٹر صاحب یہاں نہیں ہیں، ہوم منسٹر یا چیف منسٹر صاحب اس چیز کا وہ دے سکتے ہیں کہ اُنکو FIR کرنے کے مطلب FIR ہی کیا ہے تو مطلب اُسکو record میں لایا ہے انہوں نے کہا کہ ایسا نہیں ہے کہ وہ ریکارڈ میں نہیں لایا۔ اور یہ جواب میرے خیال سے گورنمنٹ کی طرف سے کوئی دیش بھائی ہوم منسٹر کا۔ اس میں میرے خیال میں ہوم منسٹر صاحب نہیں ہے وہ بہتر بتا سکتے ہیں۔ دیش بھائی آپ کے ساتھ information ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے وزیر علیٰ محکمہ حج و اوقاف مذہبی امور۔ ابھی محترم رکن نے وہاں chamber میں ہماری بات چیت ہوئی تھی تو میں نے پتہ کیا۔ جس طرح سے کہہ رہے تھے کہ ایسے کوئی ہاؤس میں کوئی یقین دہانی یا وہ نہیں کیا ہے۔ وہ کہہ رہے تھے ہمیں پتہ نہیں ہے میں نے ابھی پتہ کیا۔ اور دوسری بات یہ

ہے کہ جیسے آپ نے فرمایا کہ جب FIR کٹ جاتی ہے تو وہ on record ہو جاتا ہے وہ کوئی غائب نہیں ہو سکتے ہیں۔ میں فاضل دوست کو کہتا ہوں کہ اگر وہ FIR دے دیں تو ملاقات کرانا میرا کام ہے میں آپ کو لے کر چلتا ہوں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ یہ FIR کی کاپی ہے میرے پاس۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے وزیر علیٰ محکمہ حج و اوقاف مذہبی امور۔ جی جی چلے میں پھر آپ کو وہاں ملاتا ہوں۔ وہ غائب نہیں ہوئے ہونگے۔ میں آپ کو یقین دہانی کراتا ہوں کہ اگر FIR کٹی ہے تو وہ غائب نہیں ہونگے۔

جناب اسپیکر۔ جی یہ ہوم منسٹر اور تمام منسٹری کی یہ responsibility لے رہا ہے کہ وہ لے جائیگا۔ میرے خیال میں چیف منسٹر صاحب نہیں ہیں، ابھی کیا؟

انجینئر سید محمد فضل آغا۔ جناب اسپیکر! یہ لورالائی کا جو واقعہ ہے آپ نے خود فرمایا کہ یہ بہت ہی زیادہ افسوسناک واقعہ ہے۔ اور تخریب کاروں نے جو کہ پورے بلوچستان کو لے کر آگے انہوں نے کیا ہوا تھا اس کا سامنا اس کا تدارک اس کا مقابلہ force, police عوام ہم سب کی ذمہ داری ہے، اس میں کوئی دورائے نہیں ہیں۔ اور پھر بھی اُس کے باوجود کسی طرح بھی کوئی leakage ہوگئی کمزوری ہوگئی وہ آگے اللہ پاک نے بڑا فضل و کرم کیا 800 میں سے ہمارے 10, 12 بھائی شہید ہو گئے جو کہ بہت افسوسناک ہیں۔ لیکن یہ ہے کہ naturally ایسی واقعات سے پھر قوم کے اندر، صوبے کے اندر، عوام کے اندر ان کے جذبات بھی اُبھرتے ہیں ان کو احساس غیر تحفظ بھی محسوس ہوتا ہے۔ اور اُس حوالے سے کوئی جلسے یا جلوس ہو بھی جاتے ہیں کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ لیکن واقعی اگر انہوں نے کوئی law and order کو ہاتھ میں لیا ہوتا یا کچھ کیا ہوتا تو میں سمجھتا ہوں کہ اس جلوس میں کوئی اس قسم کی بات نہیں ہوتی۔ دوچار لفظ اُلٹے سیدھے انہوں بولے ہونگے وہ ضرور جذبات میں ہاؤس میں بھی کبھی کبھار ہم کو سننے پڑتے ہیں۔ تو اس کے لیے اتنا serious action تو صحیح نہیں ہے۔

جناب اسپیکر۔ نہیں وہ تو جو بھی اُن کی FIR ہوئی ہے record میں کچھ چیزیں ہیں۔

انجینئر سید محمد فضل آغا۔ جی وہی میں عرض کر رہا ہوں۔ تو باقی آپ نے جیسے خود فرمایا کہ ہاؤس کے اندر یقین دہانی تو نہیں ہوئی۔ لیکن on the record چونکہ ہم آپس میں دوست ہیں بھائی ملتے ہیں انہوں نے یقین دہانی بھی کرائی ہے تو اب بھی اس مسئلے کا حل بہت مشکل نہیں ہے۔ جو arrest ہوئے ہیں آپ کی

طرف سے آپ مداخلت کریں کہ آپ خود اُس میں دیکھ لیں اگر کوئی serious offence نہیں ہے تو اُن لوگوں کی معلومات بھی دی جاسکتی ہے کسی تھانے میں ہونگے کسی جیل میں ہونگے۔ best تو یہ ہے کہ آپ خود اس کو دیکھیں۔

جناب اسپیکر۔ میں خود اسکو personally دیکھ لوں گا۔ میں personally دیکھ کے پھر زیرے صاحب اور آپ لوگوں کو میں information دوں گا۔

اصغر خان اچکزئی۔ جناب اسپیکر! اجازت ہے اگر میں ایک دو بات لورالائی کے اس واقعہ پر کہہ سکوں۔ اجازت ہے۔

جناب اسپیکر۔ جی جی بالکل۔ جی جی اجازت ہے بولیں۔

جناب اصغر خان اچکزئی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکر یہ جناب اسپیکر! یقیناً لورالائی میں جو واقعہ پیش آیا ہے انتہائی دہشتناک واقعہ ہے، جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ اور اس میں ہمارے جو سیکورٹی کے جوان شہید ہوئے ہیں اللہ اُن کی شہادت کو قبول فرمائے اور اُنکے لواحقین کو صبر و جمیل عطا فرمائے اور یقیناً جناب اسپیکر لورالائی میں دوسرا واقعہ ہے مسلسل لورالائی شہر میں عام public عام لوگ انتہائی خوف کی حالت میں زندگی گزار رہے ہیں۔ ابھی اس پر شاید تفصیل سے بات ہونی ہے بعد میں میں اتنا کہہ سکوں کہ جناب اسپیکر یہ بھی جس طرح میں نے پہلے بات کی ہم سب کو مل بیٹھ کے ہمارے جو سیکورٹی کی مد میں جو اخراجات ہو رہے ہیں۔ ہمیں اپنے سیکورٹی اداروں کو جوابدہ بنانا ہے کہ سمت میں ہمارے اربوں روپے خرچ ہو رہے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہم سب بحیثیت شہری عدم تحفظ کا شکار ہیں جہاں تک دہشتگردی کے ان واقعات کا تعلق ہے ہم آج بھی کہتے ہیں ہم پہلے بھی کہتے چلے آ رہے ہیں کہ اس ملک کے 40 سال پہلے کے غلط وضع کردہ پالیسی کا نتیجہ ہے۔ جس نے آج ہمیں اس نہج پر پہنچا دیا ہے کہ ہر روز ہم لاشوں پر لاشیں اٹھاتے جا رہے ہیں وہ کام جو ہم 40 سال پہلے کر چکے اس کا خمیازہ بحیثیت قوم ہم بھگت رہے ہیں۔ اس پر چونکہ تفصیل سے بات ہونی ہے۔ میں ایک بات کہہ سکوں کہ لورالائی میں اس وقت لوگوں کو ایک اور خوف میں مبتلا کر دیا گیا ہے کل جب وہاں پر ایک بہت بڑا جلسہ تھا تمام سیاسی قوتوں کا مشترکہ جلسہ تھا۔ جس میں تقریباً لورالائی کا نہ کوئی انجمن رہا ہو جو اس جلسے میں شامل نہ ہونہ کوئی پارٹی ایسی ہوگی کہ اس جلسے میں شامل نہیں تھی۔ کل اُس پارٹیوں کے جلسے کے بعد اُسکے مشترکہ اجلاس میں ہمیں فون آیا کہ یہاں ایک خوف یہ ہے کہ ہمارے شہر اور شہری راستوں کو پھر اور کسی فورس کے حوالے کیا جا رہا ہے۔ اُس نے ہمیں اسی level پر رہنے دیا جائے جہاں پر پولیس کے اختیارات ہے پولیس کے

اختیارات اپنی جگہ صحیح جہاں پر B area کی صورت میں لیویز کے اختیارات ہیں لیویز کے اختیارات صحیح لیکن یہ کہ ہم پھر کسی فورس کے رحم و کرم پر ہوں جو ہر قدم پر قدم ایک طرف ہم مر رہے ہیں۔ ایک طرف ہم دہشت گردی کا شکار ہیں اور دوسری طرف ہم اقدار اور روایت سے ہٹ کے بے عزتی کے شکار ہیں کہ ابھی اس نام پر ہر دو قدم پر کوئی آپکو کھڑا کر دے۔ یا آپکو گاڑی سے اتار دے، نہ آپ کے سفید ریش کو دیکھے نہ آپ کے ساتھ عورت کو دیکھیں نہ ساتھ بچوں کو دیکھیں یعنی اور خوف لوگوں پر مسلط کرنے کی کوشش کی جا رہی ہیں۔ دہشت گردی سے نمٹنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ ہم اپنے 40 سال پہلے والے پالیسیوں کا ازسرنو اُس کا جائزہ لیں اس خطے میں بالخصوص اس ملک میں اس وقت جن پالیسیوں کی وجہ سے ہم آج تباہی اور بربادی کا شکار ہیں ہمیں ازسرنو سوچنا چاہئے ہمیں good اور bad کے تصور سے نکلنا چاہیے۔ ہم یہاں آج بھی good اور bad کا تصور ہے آج بھی ہم اس پر لگے ہوئے ہیں کہ یہ ہمارے لیے اچھے ہیں اور یہ ہمارے لیے برے ہیں۔

جناب اسپیکر۔ نہیں، میرے خیال میں ابھی نہیں ہے، good bad نہیں ہے، دہشتگرد دہشت گرد ہے۔ چاہے کسی بھی قوم یا چاہے کسی بھی مذہب کا ہے، چاہے قوم پرستی کے نام ہے۔ یہ تو house کا wording ہے۔ جی۔

جناب اصغر خان اچکزئی۔ دہشتگرد، دہشت گرد ہونا چاہئے۔ چاہے جو بھی ہو تو اس صورتحال میں جناب اسپیکر کم از کم حکومت کو لورالائی کی جو اس وقت صورتحال ہے۔ ایک تو اُس پر خصوصی توجہ دینی چاہیے اور ساتھ ہی وہاں پر اس وقت جو فرائض سیکورٹی کی مد میں انجام دے رہے ہیں۔ ہر ادارہ کو اپنے اپنے level میں اور اپنے اختیارات کا اُسی طریقے سے سنبھالنی چاہیے نہ کہ یہ کہ ایک کو دوسرے under اور تیسرے کو چوتھے کے under انہیں surrender کیا جائے۔

جناب اسپیکر۔ جی شکر یہ۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے میرے خیال میں ابھی ہمارے پاس آپ لوگوں کی کیا رائے ہے کہ صرف ایک دو باتیں اگر تیسری بات آگئی پھر ہاں۔ جی جی۔

حاجی محمد نواز۔ جناب اسپیکر! یہ جو لفظ bad اور good نہیں نہیں سارے ایک ہیں۔ تو اس حوالے سے میں یہ کہنا چاہتا ہوں good کو good ہونا چاہئے۔ good تو ہے good۔ اگر ہم good کو bad کے زمرے میں لاتے ہیں۔ اور اُسکو بھی اسی list میں شامل کرتے ہیں۔ تو ہوگا یہی کہ جناب اسپیکر! میں آپ کو ایک بات بتاؤں تو ہوگا یہی جو خدشہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ یہاں پر ایک اس علاقے کو اور کسی فورس کے حوالے کیا جا رہا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جو good ہے اُسکو بھی آپ اتنا ذلیل کر لیں۔ کوئی نہیں

good جب good اور bad کی تمیز ہی ختم ہوگئی۔ چاہے good بھی bad ہو گئے، bad تو bad ہے لیکن بات یہ ہے کہ اس لحاظ سے غور کر لیں good کو good ہونے دی جائے۔ اور bad کو bad ہونے دی جائے۔ برے کو بری نظر سے دیکھا جائے۔ اور اچھے کو اچھی نظر سے دیکھا جائے۔ اگر آپ تمیز ہی ختم کر دیں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ سب کو ایک ہی ٹوکری میں ڈال کر سب کو ذلیل و خور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ شکر یہ جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر۔ جی شکر یہ۔ مجھے تو آپ کی بات سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ کہنا کیا چاہتے ہیں، good already good ہے جتنے ہم لوگ اپنے آپکو good میں شامل کرتے ہیں۔ bad وہ لوگ ہیں جو دہشتگردی کرتے ہیں۔ وہ good کے زمرے میں آتے نہیں ہیں۔ وہ bad ہیں۔ جی۔

میر اختر حسین لانگو۔ معزز رکن کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ good ہم عوام لوگ ہیں جو بیگناہ ہیں، innocent لوگ ہیں۔ ہمارا کسی چیز کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ bad وہ لوگ ہیں جو معاشرے میں بد امنی پیدا کرتے ہیں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ جو اس طرح کی فورسز آتی ہیں۔ چیک پوسٹوں پر، وہ good اور bad کی تمیز نہیں کرتے۔ جو عوام ہے good لوگ ہیں، innocent لوگ ہیں، انکو ابھی اسی لٹھی سے ہانکا جاتا ہے جس سے bad لوگوں کو جو دہشتگرد ہیں جو اس معاشرے میں بد امنی پھیلا نا چاہتے ہیں۔ ان کے ساتھ بھی رویہ وہی ہے تو good ہے عوام لوگ ہیں innocent لوگ ہیں ان کے ساتھ بھی رویہ وہی ہے۔

جناب اسپیکر۔ دیکھیں! آپ کی بات بالکل اپنی جگہ پر صحیح ہے کسی کو شوق نہیں ہے کہ وہ جا کے روڈوں پر کھڑے ہو کر لوگوں کو تنگ کریں۔ دہشت گردی عوام پر ہو رہی ہے تو یہاں فورسز پر attack ہو رہے ہیں۔ تو لازمی ایکشن لیا جاتا ہے۔ جس طرح ہمارے آواران میں تین چار سال پہلے ہم جا ہی نہیں سکتے تھے۔ لیکن ضرور کسی چیز کے دہشتگردی کو صاف کرنے کے لیے عوام کو تھوڑی بہت تکلیف تو آتی ہے۔ لیکن یہ ہے کہ الحمد للہ اب وہ آواران ہے۔ جہاں پر آپ ہر قسم کی آپ visit بھی کر سکتے ہیں recently ہمارے چیف منسٹر صاحب نے وہاں CMIT بھیجا ہے ایک ایک اسکیموں کو اس نے visit کیا الحمد للہ وہاں پر کوئی مسئلہ نہیں ہوا۔ پہلے تو عام بندہ کیا ڈاکٹر بھی کسی کو سہولت دینے کے لیے جاتے تھے اُسکے اوپر بھی حملہ ہوتا تھا۔ تو دہشتگردی جس علاقے میں ہوتی ہے ضرور فورسز نے ہی اُس پر کارروائی کرنی ہیں۔ لیکن یہ ہے کہ کوشش کریں جو فورسز available ہیں ان علاقے میں ان کے ذریعے دہشت گردی کا وہ کریں اور ہم سب نے مل کے اس دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کے لیے فورسز کی ہم نے مدد کرنی ہے۔ چاہے جو فورسز ہمارے پاس یہ دہشت گردی کا مقابلہ کر رہے ہیں۔

اُن کا ہم مدد کریں۔ تاکہ اس دہشت گردی کا مقابلہ کریں۔ چاہے دہشت گردی ہو، چاہے انخواب برائے تاوان ہو۔ جب تک سول سوسائٹی یا عوام فورسز کا ساتھ نہیں دے گی۔ میرے خیال میں ہم چیزوں کو بہتر نہیں کر پائیں گے۔ تو ہمیں چاہیے کہ ہم فورسز کے ہاتھ مضبوط کریں۔ اگر اُنکے ہاتھ مضبوط ہو گئے ہم اُن سے تعاون کریں گے وہ ہر مقابلے کے لیے تیار بھی ہو جائیں گے اور کامیاب بھی ہو جائیں گے۔ تو میرے خیال میں ابھی ہمارے پاس نہیں good governance یہ چیزیں ہم کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پہلے ہم اپنے government میں۔ government میں نہیں ہو، میں Custodian ہوں House کا۔ اسپیکر سے شروع کریں گے تاکہ باقی لوگ نہیں رہے۔ تو next agenda وہی اپنا کالجز کا ہے۔ میرے خیال میں cheif minister نہیں ہیں تو minister education بھی نہیں ہیں کس کو سنائیں؟۔ جی۔ ثناء صاحب۔

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ شکریہ جناب اسپیکر۔ گوکہ وزیر صحت صاحب تشریف فرما ہیں شکریہ اُنکے سیکرٹری صاحب ہیں۔ اُنکے department کے سارے لوگ آئے ہیں۔ اچھی بات ہے کہ وہ بحث سننے کے لیے آئے تھے۔ لیکن میرے خیال میں وزیر اعلیٰ کا ہونا باقی دوستوں کا آج جمعہ کا دن تھا، کافی کام بھی ہوا ہے۔ اسکو defer کریں کیونکہ 11 تاریخ کو ہمارا اجلاس ہو رہا ہے۔ یہ جو دو ایجنڈے تین ہمارے ہیں، اس میں ایک میڈیکل کالجز کے حوالے سے تھا۔ دوسرا بلوچستان گیس و بجلی کا بحران ہے۔ اور بلوچستان میں بیروزگاری سے متعلق۔ questions تو ویسے ہی defer ہو جائیں گے۔ defer کر دیئے ہیں آپ نے۔ تو یہ جو تین ہمارے topics ہیں تو آپ کا سکرٹریٹ اُنکو 11 next کے بعد میں کریں۔

جناب اسپیکر۔ جی سیکرٹری صاحب جتنی کارروائی ہے اُس میں مختلف دنوں میں ایک دن میں نہیں کریں، اتنا ہم نہیں کر پائیں گے کیونکہ ایڈیشنل ایجنڈا بہت زیادہ آجاتا ہے۔ تو یہاں اسکو دوبارہ اُنکو آپ لیں تاکہ مختلف دنوں میں بحث و مباحثہ ہو۔ اور حکومتی اراکین اُس میں موجود ہوں تاکہ چیزوں کو آگے بڑھائیں۔ جی اب ایک ہی point رہ جاتا ہے ماشاء اللہ آج سارا دن point of order سے گزر گیا۔ جی جی پہلی دفعہ آپ نے اجازت مانگی ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ اجازت ہے۔ ایسا ہے کہ میں جیل، ہماری جو جیل ہیں اُنکے حوالے سے میں نے question بھی جمع کرایا ہے وہ خیر آجائیں گے۔ لیکن just ابھی ایک مسئلہ درپیش ہے۔ یقیناً جیل وہاں اس لیے ملزمان بھیجے جاتے ہیں کہ مجرموں کو تاکہ وہاں اُنکی اصلاح ہو جائے۔ پہلے وہاں

بہت ساری activity ہوتی تھی۔ وہاں جو ہے مختلف فیکٹریاں بھی ہوتی تھیں۔ مجھ جیل میں وہ قالین بھی بناتے تھے مختلف لیکن شاید اب نہیں ہیں۔ وزیر داخلہ صاحب نہیں ہیں لیکن منسٹر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ وزیر صحت صاحب۔ جی ایسا ہے کہ اب بالخصوص کوئٹہ جیل میں بہت سارے قیدی منشیات میں ملوث ہیں۔ اور منشیات بھی مختلف قسم کے چاہے ہیروئن ہے، چاہے دوسرے ہیں، وہ باہر سے provide کی جاتی ہیں۔ بلکہ اوپر سے جہاں جیل کے اندر قیدیوں کو پھینکی جاتی ہیں اور وہاں پر بجائے اسکے کہ قیدیوں کی اصلاح ہو، وہاں پر مختلف ایسے قیدی ہیں جنہوں نے پہلے نشہ کیا ہی نہیں ہے۔ وہ بھی ملوث ہو رہے ہیں۔ میں وزیر صحت صاحب سے گزارش کروں گا کہ اس حوالے سے آپ یقین دہانی کرائیں وہاں کا آپ visit کریں گے۔

جناب اسپیکر۔ جی شکریہ۔ جب میں Chief Minister تھا بہت visit بھی کیے۔ اس پر کارروائی بھی اُس time میں شروع کیے تھے۔ گوکہ ہمارے home minister صاحب بڑے active ہیں، وہ کریں گے۔ جی مری صاحب۔

میر نصیب اللہ مری (وزیر محکمہ صحت)۔ جیسے زیرے صاحب نے کہا ہے اس سلسلہ میں home minister صاحب ابھی گئے ہیں جیل کا visit بھی کیا ہے۔ اس پر کام بھی ہو رہا ہے انشاء اللہ کیونکہ ابھی ابھی انہوں نے جیل بھی گیا ہے۔ چیک بھی کیا ہے۔ یہ واقعی ہو رہا ہے۔ جب باہر سے سنا ہے اس پر انشاء اللہ کام ہو رہا ہے۔

جناب اسپیکر۔ جی شکر یہ مری صاحب کہ آپ نے واقعی home minister بڑے energetic اور نئے ہیں، young ہیں، اُسکی خواہش بھی ہے۔ الحمد للہ بحیثیت ڈپٹی اسپیکر بھی خوش تھے بحیثیت اسپیکر بھی اور بحیثیت وزیر اعلیٰ بھی۔ جی۔

ORDER.

In exercise of the powers conferred on me by Clause 3 of Article 54 read with Article 127 of the Constitution of Islamic Republic of Pakistan 1973, I Mir Abdul Quddus Bezenjo, Speaker, Provincial Assembly here order the on conclusion of business the session of Provincial Assembly of Balochistan shall stand prorogued on Friday the First February, 2019.

اب اسمبلی کا اجلاس غیر معینہ مدت کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔
(اسمبلی کا اجلاس شام 06 بجکر 35 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)